گفتند نشتند برخاستند

حکیم ضیاء الرحمٰن (دسمبر 1996)

۱۸ دسمبر ۹۶ء کو فیصل آباد زرعی یونیورسٹی کے فوڈ ریپارٹمنٹ کی طرف سے فوڈ کانفرنس کا اہتمام کیا گیا۔ جس کا مقصد قوم اور حکومت کو غذائی اہمیت سے آگاہ کرنا تھا۔ اس کانفرنس میں ملک کے مایہ ناز سائنسدان ڈاکٹر خالد محمود جنجوعہ، ڈاکٹر ضیاء الدین سمیت بہت سے دوسرے ماہرین غذایات نے بھی شرکت کی اور اپنے اپنے تحقیقی مقالے پیش کئے۔ جن میں ایک بات جو ہمیں مشترک نظر آئی وہ ریشہ دار غذاؤں کے عدم استعمال کی وجہ سے ہونے والی قومی صحت کے نقصانات کے بارے میں اہل وطن کو آگاہ کرنا مقصود تھا۔

ماہنامہ ضیاء الحکمت کا یہ اٹھارہواں شمارہ ہے اور کوئی ایسا شمارہ نہ چھپا ہوگا جس میں ہم نے ریشہ دار غذاؤں کے استعمال اور افادیت سے اپنے قارئین کو آگاہ نہ کیا ہو۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ ضرورت اس امر کی ہے کہ خانہ دار خواتین کو اس کی اہمیت سے آگاہ کیا جائے۔ جو دراصل افراد خانہ کی لذت کام و دہن کی ذمہ داری ہوتی ہے اور ایسے سیمینار منعقد کر کے ریشہ دار غذاؤں کی اہمیت اور انسانی جسم پر ہونے والی ان کی صحتی اثرات کے بارے میں وسیع پیمانہ پر تشہیری مہم کی ضرورت سے قوم کو آگاہ کرتی ہے۔ اس قسم کی فوڈ کانفرنس اور وہ بھی انگریزی زبان میں ہماری خانہ دار خواتین کیلئے کیسے سودمند ہو سکتی ہیں سب سے پہلی ضرورت تو یہ ہے کہ خواتین کیلئے بطور خاص تعلیم کا بندوبست کیا جائے کیونکہ ایک پڑھی لکھی خاتون خانہ جس حد تک بہتر خوراک کے بارے میں باشعور ہو سکتی ہے یہ ہم سب جانتے ہیں۔

صحتی تعلیم کو عام کرنے کے فاضل تعلیمی رقم اور حکومت کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے لیکن ہمارے کارپردازان اور صاحب اختیار محبان وطن نے تعلیم کی مد میں رقم میں اضافہ کرنے کی بجائے پہلے سے مختص شدہ برائے نام بجٹ میں سے بھی کروڑوں روپے کی کٹوتی کر کے اسے مزید مختصر کر دیا ہے۔ جس ملک میں یہ حال ہو۔ وہاں قوم کو صحتی اور علمی طور پر تیار کرانا اور ملک کیلئے پڑھی لکھی اور صحتمند قیادت فراہم کرنا کیسے ممکن ہو سکتا ہے اور جہاں حکومت کا اس انتہائی ضروری مد سے اغماز کا یہ عالم ہو وہاں اس قسم کی تعلیمی کانفرنسوں، فوڈ کانفرنسیں منعقد کرنا محض وقت اور پیسے کا زیاں ہے۔ اس قسم کی کانزنسوں کا انعقاد نشتند، گفتند برخاستند کے علاوہ ہمیں کیا ہو سکتا ہے۔ البتہ یہ کانفرنسیں اس بات کا ثبوت فراہم کرنے کا موجب ضرور بن جاتی ہیں کہ جناب ڈاکٹر سلطان محمود اور ان کے چند رفقاء اس قومی درد کو محسوس ضرور کرتے ہیں۔ مقام شکر ہے کہ ایسے لوگ ابھی موجود ہیں۔ جن کے دم سے اس قسم کی تنظیمیں کسی نہ کسی حد تک قومی خدمت کرنا عبادت خیال کرتی ہیں۔

☆☆☆☆